کسی سکول نے بھرم رکھنا سکھایا ہی نہیں۔۔۔مامتا بیان کرتی خوبصورت کہانی

شہداب احمد

کل فیکے کمہار کے گھر کے سامنے ایک نئی چمکتی ہوئی گاڑی کھڑی تھی...

سارے گاؤں میں اس کا چرچا تھا...

جانے کون ملنے آیا تھا...

میں جانتا تھا فیکا پہلی فرصت میں آ کر مجھے سارا ماجرا ضرور سنائے گا...

وہی ہوا شام کو تھلے پر آ کر بیٹھا ہی تھا کہ فیکا چلا آیا... حال چال پوچھنے کے بعد کہنے لگا... صاحب جی کئی سال پہلے کی بات ہے آپ کو یاد ہے ماسی نوراں ہوتی تھی وہ جو بھٹی پر دانیں بھونا کرتی تھی... جس کا اِکو اِک پتر تھا وقار...

میں نے کہا ہاں یار! میں اپنے گاؤں کے لوگوں کو کیسے بھول سکتا ہوں...

اللہ آپ کا بھلا کرے صاحب جی، وقار اور میں پنجویں جماعت میں پڑھتے تھے...

سکول میں اکثر وقار کے ٹِڈھ میں پیڑ ہوتی تھی...

صاحب جی اک نکرے لگا روتا رہتا تھا...

ماسٹر جی ڈانٹ کر اسے گھر بھیج دیتے تھے کہ جا حکیم کو دکھا اور دوائی لے...

اک دن میں ادھی چھٹی کے وقت وقار کے پاس بیٹھا تھا... میں نے اماں کے ہاتھ کا بنا پراٹھا اور اچار کھولا...

صاحب جی اج وی جب کبھی بہت بھوک لگتی ہے نا۔۔۔تو سب سے پہلے اماں کے ہاتھ کا بنا پراٹھا ہی یاد آتا ہے... اور سارے پنڈ میں اس پراٹھے کی خوشبو کھنڈ جاتی ہے...

پتہ نئیں صاحب جی اماں کے ہاتھ میں کیا جادو تھا...

صاحب جی وقار نے پراٹھے کی طرف دیکھا اور نظر پھیر لیں... اس ایک نظر نے اس کی ٹِڈھ پیڑ کے سارے راز کھول دیئے... میں نے زندگی میں پہلی بار کسی کی آنکھوں میں آندروں کو بھوک سے بلکتے دیکھا... صاحب جی وقار کی فاقوں سے لوستی آندریں... آنسوؤں کے سامنے ہاتھ جوڑے بیٹھی تھیں جیسے کہتی ہوں... اک اتھرو بھی گرا تو بھرم ٹوٹ جائے گا...

وقار کا بھرم ٹوٹنے سے پہلے ہی میں نے اس کی منتیں کر کے اس کو کھانے میں ساتھ ملا لیا...

پہلی بُرکی ٹِڈھ میں جاتے ہی وقار کی تڑپتی آندروں نے آنکھوں کے ذریعے شکریہ بھیج دیا...

میں نے چپکے سے ہاتھ روک لیا اور وقار کو باتوں میں لگائے رکھا...

اس نے پورا پراٹھا کھا لیا... اور پھر اکثر ایسا ہونے لگا... میں کسی نہ کسی بہانے وقار کو کھانے میں ملا لیتا...

وقار کی بھوکی آندروں کے ساتھ میرے پراٹھے کی پکی یاری ہو گئی... اور میری وقار کے ساتھ...

خورے کس کی یاری زیادہ پکی تھی...؟

میں سکول سے گھر آتے ہی بھوک بھوک کی کھپ مچا دیتا... ایک دن اماں نے پوچھ ہی لیا... پتر تجھے ساتھ پراٹھا بنا کے دیتی ہوں کھاتا بھی ہے کہ نہیں... اتنی بھوک کیوں لگ جاتی ہے تجھے...؟ میرے ہتھ پیر بھول جاتے ہیں تو آتے ہی بھوک بھوک کی کھپ ڈال دیتا ہے... جیسے صدیوں کا بھوکا ہو..

میں کہاں کچھ بتانے والا تھا صاحب جی... پر اماں نے اگلوا کے ہی دم لیا... ساری بات بتائی اماں تو سن کر بلک پڑی اور کہنے لگی... کل سے 2 پراٹھے بنا دیا کروں گی... میں نے کہا اماں پراٹھے 2 ہوئے تو وقار کا بھرم ٹوٹ جائے گا...

میں تو گھر آ کر کھا ہی لیتا ہوں... صاحب جی اُس دن سے اماں نے پراٹھے کے وَل بڑھا دیئے اور مکھن کی مقدار بھی...

کہنے لگی وہ بھی میرے جیسی ماں کا پتر ہے...

مامتا تو وکھری وکھری نہیں ہوتی پھیکے...

مائیں وکھو وکھ ہوئیں تو کیا...؟

میں سوچ میں پڑ گیا... پانچویں جماعت میں پڑھنے والے فیکے کو بھرم رکھنے کا پتہ تھا...

بھرم جو ذات کا مان ہوتا ہے... اگر ایک بار بھرم ٹوٹ جائے تو بندہ بھی ٹوٹ جاتا ہے... ساری زندگی اپنی ہی کرچیاں اکٹھی کرنے میں گزر جاتی ہے... اور بندہ پھر کبھی نہیں جڑ پاتا... فیکے کو پانچویں جماعت سے ہی بھرم رکھنے آتے تھے... اس سے آگے تو وہ پڑھ ہی نہیں سکا تھا... اور میں پڑھا لکھا اعلیٰ تعلیم یافتہ... مجھے کسی سکول نے بھرم رکھنا سکھایا ہی نہیں تھا...

صاحب جی اس کے بعد اماں بہانے بہانے سے وقار کے گھر جانے لگی... "دیکھ نوراں ساگ بنایا ہے چکھ کر بتا کیسا بنا ہے" وقار کی اماں کو پتہ بھی نہ چلتا اور اُن کا ایک ڈنگ ٹپ جاتا...

صاحب جی وقار کو پڑھنے کا بہت شوق تھا پھر اماں نے مامے سے کہہ کر ماسی نوراں کو شہر میں کسی کے گھر کام پر لگوا دیا... تنخواہ وقار کی پڑھائی اور دو وقت کی روٹی طے ہوئی... اماں کی زندگی تک ماسی نوراں سے رابطہ رہا... اماں کے جانے کے چند ماہ بعد ہی ماسی بھی گزر گئی... اُس کے بعد رابطہ ہی کٹ گیا...

کل وقار آیا تھا... ولایت میں رہتا ہے جی... واپس آتے ہی ملنے چلا آیا... پڑھ لکھ کر بڑا وڈا افسر بن گیا ہے جی... مجھے لینے آیا ہے صاحب جی... کہتا تیرے سارے کاغذات ریڈی کر کے پاسپورٹ بنوا کر تجھے ساتھ لینے آیا ہوں

اور ادھر میری اماں کے نام پر لنگر کھولنا چاہتا ہے جی...

صاحب جی میں نے حیران ہو کر وقار سے پوچھا... یار لوگ سکول بنواتے ہیں ہسپتال بنواتے ہیں تو لنگر ہی کیوں کھولنا چاہتا ہے اور وہ بھی اماں کے نام پر...؟

کہنے لگا... فیکے بھوک بڑی ظالم چیز ہے، چورڈاکو بنا دیتی ہے... خالی پیٹ پڑھائی نہیں ہوتی... ٹِڈھ پیڑ سے جان نکلتی ہے... تیرے سے زیادہ اس بات کو کون جانتا ہے فیکے... سارے آنکھیں پڑھنے والے نہیں ہوتے... اور نہ ہی تیرے ورگے بھرم رکھنے والے... پھر کہنے لگا... یار فیکے تجھے آج ایک بات بتاؤں... جھلیا میں سب جانتا ہوں... چند دنوں کے بعد جب پراٹھے کے وَل بڑھ گئے تھے اور مکھن بھی... آدھا پراٹھا کھا کے ہی میرا پیٹ بھر جاتا تھا... اماں کو ہم دونوں میں سے کسی کا بھی بھوکا رہنا منظور نہیں تھا فیکے... وقار پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا...

اماں یہاں بھی بازی لے گئی صاحب جی...

اور میں بھی اس سوچ میں ڈُوب گیا کہ

لوستی آندروں اور پراٹھے کی یاری زیادہ پکی تھی یا... فیکے اور وقار کی...

بھرم کی بنیاد پر قائم ہونے والے رشتے کبھی ٹوٹا نہیں کرتے...

فیکا کہہ رہا تھا مجھے اماں کی وہ بات آج بھی یاد ہے صاحب جی... اُس نے کہا تھا... مامتا تو وکھری وکھری نہیں ہوتی فیکے... مائیں وکھو وکھ ہوئیں تو کیا...

بھرم ہی تو ہے جو رشتے اور دوستیاں قائم رکھتا ہے...!!!

لفظ زندہ رہتے ہیں

یوم خواتین کی حقیقت اور اسلامی نقطۂ نظر!

مجاہد عالم ندوی

عالمی یوم خواتین بین الاقوامی طور پر 8 مارچ کو منایا جاتا ہے، یہ دن منانے کا مقصد معاشرے کو خواتین کی اہمیت سے آگاہ کرنا اور لوگوں میں خواتین پر تشدد کی روک تھام کے لیے اقدامات کرنے کے لیے ترغیب دینا ہے۔

یوم خواتین کے پس منظر میں واقعہ یہ ہے کہ امریکا میں خواتین نے اپنی تنخواہ کے مسائل کے متعلق احتجاج کیا جسے گھوڑ سوار دستوں کے ذریعے کچل دیا گیا، پھر 1908ء میں امریکا کی سوشلسٹ پارٹی نے خواتین کے مسائل حل کرنے کے لیے "وومن نیشنل کمیشن" بنایا، اسی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ عالمی یوم خواتین 28 فروری 1909ء کو پہلی بار امریکا میں منایا گیا، پہلی عالمی خواتین کانفرنس 1910ء میں کوپن ہیگن میں منعقد کی گئی، پھر 8 مارچ 1913ء کو یورپ بھر میں خواتین نے ریلیاں نکالیں اور پروگرام منعقد کیے، تب سے اب تک ہر سال 8 مارچ یوم خواتین منایا جاتا ہے۔

یوم خواتین منانے کا آغاز اس وجہ سے کیا کہ وہاں کی مسکین عورت کو اپنے قیام وطعام کا بندوبست بھی خود ہی کرنا تھا، اس کا کوئی ولی یا وارث نہ تھا، جب کمانے کے لیے باہر نکلی تو اس کی محنت کا معاوضہ بھی غصب کر لیا گیا، جب اس نے احتجاج کیا تو اس پر ظلم وستم برپا کیا گیا، احتجاج کرنا یا عورت کی اہمیت کو اجاگر کرنا امریکی خاتون کا حق بنتا تھا، لیکن بھئی ہم مسلمان، خاص کر ہندوستان کے مسلمان کس خوشی میں یہ دن منانے جا رہے ہیں؟

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی دن کو کسی کے نام سے منا لینا کیا اس کے تمام حقوق ادا کر دیتا ہے؟ جیسا کہ آج کل فادرس ڈے، مدرس ڈے، چلڈرنس ڈے، ٹیچرس ڈے، مزدور ڈے، وغیرہ صرف ایک دن منائے جاتے ہیں، جبکہ یہ وہ سارے رشتے ہیں، جن کی اہمیت ہر وقت اپنے کسی نہ کسی حقوق کی متقاضی ہے۔

عورت ایک ایسی شے ہے جس کی حیثیت کے تعین میں ہر دور میں لوگوں نے اپنی ذہنی سوچ کو اعلیٰ وارفع دکھانے کی خاطر، کوئی نہ کوئی روپ دینے کی کوشش کی ہے، یہاں تک کہ اس کو دیوی کا روپ دے دیا گیا اور کبھی اس کے عروج یا باعزت مقام کو برداشت نہ کر کے اس کو پستی کی انتہا تک پہنچا دیا گیا اور مذہب کے نام پر ہی برہنہ کر کے گھمایا گیا اور کبھی اس کو سماجی برابری، آزادی نسواں کا نعرہ دے کر دفتروں، کارخانوں اور دوکانوں میں لا کھڑا کیا اور عورت بیچاری ہر دور میں فریب کھاتی رہیں۔

اسلام نے چودہ سو سال پہلے عورتوں پر ظلم کے خلاف جو آواز اٹھائی وہ حقوق تحفظ ہے، اسلام نے عورتوں کو کتنی ترقی دی؟ کیسا بلند مقام عطا کیا؟ قرآن کریم کی لاتعداد آیتوں اور بے شمار احادیث سے اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے، اسلام نے پوری دنیا کے سامنے حقوق نسواں کا ایسا حسین تصور پیش کیا اور عورتوں کے تئیں وہ نظریات اپنائے کہ اپنے تو اپنے غیر بھی اس مثبت و مساوی نظام عمل پر عش عش کر اٹھے، اور یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اسلام ہی دراصل حقوق نسواں کا علم بردار اور عدل و مساوات کا حقیقی ضامن ہے۔ آج اگر مغرب اور مغرب پرست اسلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور اسلام کو حقوق نسواں کی راہ میں رکاوٹ قرار دیتے ہیں، تو یہ صرف حقائق سے چشم پوشی کر کے اسلام کو بدنام کرنے کی سازش ہے، کیوں کہ آج بھی بہت سے غیر مسلم مفکرین اعتراف حقیقت کرتے ہوئے اسلام ہی کو صنفِ نازک کا نجات دہندہ اور حقوق نسواں کا پاسدار سمجھتے ہیں۔

اسلام نے ماں کی حیثیت سے عورت کا مقام اس قدر بلند کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ تیری والدہ اور چوتھی مرتبہ فرمایا کہ تیرے والد۔ (بخاری)

قرآن کریم میں جہاں عورت کے دیگر معاشرتی وسماجی درجات کے حقوق کا تعین کیا گیا وہیں بہ طور بہن بھی اس کے حقوق بیان کیے گئے، بحیثیت ہمشیرہ، عورت کی وراثت کا حق بڑی ہی تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا، علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جس شخص کے تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے، وہ جنت کا حق دار ہوگا۔ (ترمذی)

اسلام کی آمد سے پہلے بیٹی کی پیدائش کو ذلت ورسوائی کا سبب قرار دیا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کو احترام وعزت کا مقام عطا کیا، اسلام نے نہ صرف معاشرتی وسماجی سطح پر بیٹی کا مقام بلند کیا بلکہ اسے وراثت کا حق دار بھی ٹھہرایا۔ مختصر یہ کہ اسلام نے عورتوں کو عزت وتکریم عطا کی، عورت کو اپنی پسند سے شادی کرنے کا اختیار دیا، خاندان، خاوند اور دوسرے قریبی رشتے داروں سے وراثت میں حق عطا کیا، جس طرح مرد کو طلاق دینے کا اختیار ہے اسی طرح عورت کو خلع کے ذریعے نکاح تحلیل کرنے کا پورا اختیار دیا، اسلام نے انسان ہونے کی حیثیت سے مرد اور عورت کو برابر کے حقوق دیے، جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔ یوم خواتین منانے والوں کے نام:

جو لوگ آزادی نسواں، مساوات مرد وزن اور خواتین کے حقوق کی بات کرتے ہیں اور صحیح انداز میں عورتوں کو ان کے اسلامی حقوق دلوانا چاہتے ہیں تو ان کا فرض صرف اسی پر ختم نہیں ہو جاتا کہ سال بھر میں ایک بار جلسے جلوس کی چہل پہل دکھا دیں، چند دانشوروں کو بلا کر کسی بزم میں تقریریں کروا دیں، خواتین کے تحفظات پر کوئی لٹریچر شائع کروا دیں بلکہ یہ تو ادائے فرض کی صرف تمہید ہے، کتاب کا فقط دیباچہ ہے، عمارت کی محض بنیاد ہے، اصل کام تو ابھی باقی ہے وہ یہ کہ ان کے لیے حقوق فراہم کیے جائیں، ان پر ہونے والے ظلم و تشدد کا خاتمہ کیا جائے، بڑھتی ہوئی بے راہ روی اور ہوس پرستی پر قدغن لگائی جائے تا کہ سال کا ہر دن یوم خواتین بن جائے۔

استاد : ٹائمس انٹرنیشنل اسکول محمد پور شاہ گنج، پٹنہ
رابطہ نمبر :8429816993

وصیت لکھ کر رکھو

انسان دنیا میں رہتا ہے مختلف لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے کسی سے کچھ لینا ہے تو کسی کو کچھ دینا ہے کسی سے قرض وصول کرنا ہے کسی کو قرض واپس کرنا ہے کسی کی امانتیں رکھی ہوئی ہیں تو کسی کے پاس بال بچوں سے چھپا کر دولت رکھی ہوئی ہے۔ موت کا کوئی بھروسہ نہیں ہے اسلیئے (سورۃ البقر) میں ہدایت کی گئی ہے کہ وصیت ہر وقت لکھی ہوئی تیار رہنی چاہیئے۔ جس کا جو حق، قرض یا امانت دینی فرائض اور وجوہات ہیں جن کی ادائیگی ضروری ہیں ان سب باتوں کو لکھ کر رکھنا چاہیئے تا کہ اچانک موت آجائے تو وارثین ان کو ادا کر سکیں۔ آنکھ بند ہونے کہ بعد حصہ بٹوارے کی میٹنگ اگر وصیت نہ ہو تو غریب بدنصیب بھائی کے حصہ میں بھی حصہ کم آتے ہیں۔ حصہ، بٹوارے کا جھگڑا عدالت، کورٹ تک پہنچ جائے تو وکیل فیس لے کر اور جج تاریخ دے کر ملنے والی رقم بھی ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔ اسلیئے ملت اسلامیہ سے گزارش ہے کہ وصیت لکھ کر رکھیں۔ بچے ماں باپ کے دوائی کی پرچی رکھ کے بھول جاتے ہیں وصیت سنبھال کر رکھتے ہیں۔ بچوں کو ماں باپ کی نصیحت اچھی نہیں لگتی وصیت اچھی لگتی ہے۔ سینئر ایڈوکیٹ ڈی ایس بالی دامن صاحب کا شعر ہے۔

ہونٹوں پر مسکان دلوں میں آس لگائے بیٹھے ہیں
گھر کے سارے لوگ حساب پائی پائی لینے بیٹھے ہیں
آج وصیت کرنے والے ہیں بابو جی
پہلی بار ایک ساتھ سارے بھائی بیٹھے ہیں

....

آصف پلاسٹک والا
ربانی ٹاور، مدنپورہ، ممبئی ۱۱
9323793996

بدعت واستحباب کی کشمکش میں دین کا نقصان

ذکی نور عظیم ندوی//لکھنؤ

لوگوں کے دلوں میں الفت و محبت پیدا کر کے ان کو اخوت و بھائی چارگی کے رشتہ کا احساس دلانا اسلام کی اہم ترین خوبی اور امتیاز ہے جس کو سورۂ آل عمران کی آیت ۱۰۳ میں خصوصی طور پر بیان کیا گیا۔ اس کے باوجود اس وقت مسلمان پوری دنیا میں آپسی اختلاف و انتشار سے دوچار ہے اور یہ دیکھ کر مزید تعجب اور افسوس ہوتا ہے کہ بسا اوقات اس کی سب سے بڑی وجہ دینی مسائل بن جاتے ہیں۔

شعبان جو ایک طرح سے رمضان کی تمہید اور اس کیلئے تیاری کا مہینہ ہے، اس کی پندرہویں تاریخ کو لیکر امت میں سخت انتشار ہے، اگر ایک طبقہ اس رات عبادت اور دن میں روزہ کو مستحب قرار دیتا ہے اور اس پر ہر طرح کی مغفرت کی امید کرتا ہے، تو دوسرا طبقہ اس کو پوری طرح خارج کرتے ہوئے اسے بے دینی اور بدعت قرار دیتا ہے اور ہر بدعت کو گمراہی اور اس کا انجام دوزخ قرار دیتا ہے۔

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس دین کے ماننے والے قرآن و حدیث کے نام پر ہی اس حد تک متضاد نقطۂ نظر اور مختلف آراء کے مطابق اپنے اپنے نظریہ و مسلک کے داعی و مبلغ اور اس میں اس حد تک سرگرم ہوں کہ ایک دوسرے کی باتیں اور دلائل سننے اور ماننے تو دور اس پر غور کرنے پر بھی تیار نہیں اس دین کی حقیقت دوسرے مذاہب کے لوگ کیسے سمجھیں؟ اور ان کے سامنے حقیقی اسلام اور اس کی تعلیمات کیسے واضح ہو سکیں؟ خاص طور پر ملکی پس منظر میں جہاں اسلام سے متعلق متعدد مسائل ملکی عدالتوں میں غیر مسلم ججوں کے یہاں زیر سماعت ہیں تو وہ اسلام کو سمجھنے کے لئے کیا معیار اختیار کریں اور کن امور کو بنیادی حیثیت دیں جس کی رعایت سے اسلامی تعلیمات کی حقیقت سے واقفیت کا امکان پیدا ہو سکے۔

اسلام کو سمجھنے کے اصول کیا ہیں؟ شریعت اسلامیہ میں کیا چیز مطلوب ہے اور کیا نہیں؟ مطلوبہ چیز دین کا لازمی اور بنیادی جز ہے یا غیر ضروری اور اتفاقی؟ مذکورہ سوالوں کا جواب عصبیت سے اوپر اٹھ کر تلاش کرنے کی خالص علمی انداز میں مخلصانہ اور غیر جانبدارانہ کوشش کی جائے تو ان شاء اللہ یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اسلام، اس کے اصول اور اس کی تعلیمات پوری طرح واضح ہیں، اس میں خلط ملط ہونے کا کوئی اندیشہ یا اس میں کسی طرح کے شکوک وشبہات کی کوئی گنجائش نہیں۔

یاد رہے کہ شریعت اسلامی چند "مطلوبہ امور" کے کرنے اور بعض "ممنوعہ امور" سے باز رہنے کا نام ہے۔ وہ مطلوبہ امور جن کا ثبوت صحیح نصوص (قرآن وحدیث) میں واضح اور صریح طور پر ہو اور نبی اکرمؐ اور صحابہ کرام سے اس کے غیر لازمی ہونے کا کوئی واضح ثبوت نہ ہو وہ امور دین اسلام کا لازمی اور بنیادی حصہ ہیں، جن کو "فرض" اور اس مفہوم کے دوسرے نام سے جانا جاتا ہے، ان کو بغیر شرعی مجبوری چھوڑنے کی اجازت نہیں، اور بلا عذر چھوڑنے پر گناہ اور سزا ہے۔ اور اگر ان مطلوبہ امور کے تعلق سے نبی اکرمؐ اور صحابہ کرام سے کچھ ایسے اقوال یا واقعات ثابت ہوں جس سے ان میں کسی طرح کی رعایت یا اس کے غیر لازمی ہونے کی کوئی دلیل ملے تو وہ عمل "مستحب" ہوگا، جن کی انجام دہی پر ثواب لیکن نہ کرنے پر گناہ یا سزا نہیں۔

اسی طرح اگر کسی چیز کو چھوڑنے اور اس سے دور رہنے کا ثبوت صحیح نصوص (قرآن وحدیث) میں واضح اور صریح طور پر ہو اور نبی اکرمؐ اور صحابہ کرام سے اس سلسلہ میں کسی طرح کی رعایت یا اس کے کرنے کی کوئی دلیل نہ ملے تو وہ ایسے "ممنوعہ امور" ہیں جن کو چھوڑنا اور ان سے باز آنا لازمی ہے، ان کو دین اسلام میں "حرام" قرار دیا گیا ہے، بغیر کسی شرعی مجبوری اس کو کرنے کی اجازت نہیں اور ایسا کرنے پر گناہ اور سزا ہے۔ لیکن اگر ان منع کردہ امور کے تعلق سے نبی اکرمؐ اور صحابہ کرام سے کچھ ایسے اقوال یا واقعات ملیں جس سے اس میں کسی طرح کی رعایت معلوم ہو یا اس کے کرنے کے باوجود اس پر تنبیہ کی کوئی دلیل نہ ملے تو وہ "مکروہ" شمار کیا جائے گا، جس کے نہ کرنے پر وہ ثواب کا مستحق ہوگا اور کبھی کسی وجہ سے کر لینے پر گناہ یا سزا کا مستحق نہ ہوگا۔

اور اگر کسی چیز کے سلسلہ میں قرآن وحدیث کے نصوص میں صریح اور صحیح طور پر کوئی تذکرہ نہ ملے تو دیکھا جائے گا کہ اس کا تعلق معاملات سے ہے یا عبادات سے اگر معاملات سے ہے تو وہ عمل جائز ہوگا یعنی بندہ کو وہ عمل کرنے یا نہ کرنے دونوں کا اختیار ہوگا اور کرنے یا نہ کرنے دونوں صورتوں میں بذات خود ثواب یا عذاب نہیں۔ لیکن اگر اس کا تعلق عبادات سے ہے تو اس کا کرنا جائز نہیں کیونکہ اسلام نے عبادات کو توقیفی قرار دیا ہے یعنی وہی امور عبادت کے طور پر کئے جا سکتے ہیں جس کے کرنے کا ثبوت قرآن اور حدیث کے نصوص میں صریح اور صحیح طور پر ہو۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شریعت اسلامیہ کا سمجھنا مشکل نہیں، تھوڑی سی توجہ، مسلکی عصبیت کے بجائے علمی وسعت نظری اور غور وفکر سے اسلام میں فرض، واجب، حرام، مکروہ اور جائز امور کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے باوجود مسلمانوں میں اس قدر اختلاف کیوں؟ اور پندرہ شعبان، محرم، ربیع الاول، الوداع، معراج کی شب اور اس جیسے بیشمار مسائل میں الگ الگ نقطۂ نظر اور اس پر اس قدر اصرار اور ایک دوسرے کی تردید کا مزاج کیوں؟

اس کو سمجھنے کیلئے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ایسے مسائل کی تعداد بہت کم ہے اور عام طور پر ان کا تعلق فرض وواجب اور حرام امور سے نہیں، بلکہ ان کا رواج بعض غیر صریح نصوص سے استدلال، کچھ ضعیف اور موضوع روایتوں پر اعتماد اور پھر اللہ کے تقرب کا غیر علمی اور غیر محتاط مزاج اور کبھی کبھی دوسرے مذاہب کی طرح مسلم مذہبی شخصیتوں کی تاریخ پیدائش، وفات یا دیگر اہم تاریخی واقعات کو دینی رخ دینے سے ہوا۔

مثال کے طور پر پندرہ شعبان کی شب کو عبادت اور دن میں روزہ کے استحباب اور اس کے خصوصی اہتمام کے پیچھے سورہ دخان میں "لیلہ مبارکۃ" سے چند مفسرین کی آراء اور متعدد لیکن سب کی سب ضعیف یا موضوع روایتوں کے مطابق پندرہویں شب مراد لے کر اس میں اس قدر غلو کیا جانے لگا کہ دیوالی کی طرح چراغاں، ہلڑ ہنگامہ اور مختلف انواع واقسام کے پکوان کو دین کا نام دیا جانے لگا۔ اور فضائل اعمال میں نبی اکرمؐ کی طرف ضعیف روایتوں کو بیان کرنے کے جواز کے نام پر ہر طرح کی روایت نقل کرنے کا سلسلہ چل پڑا اور یہ شرط بھلا دی گئی کہ اس کے لئے اس عمل کا پہلے کسی صریح اور صحیح نص سے ثبوت ضروری ہے ورنہ اس کا عذاب صحیح حدیثوں کی روشنی میں دوزخ کی شکل میں ہونے کا خدشہ ہو سکتا ہے۔

بیشتر مفسرین کے اس سے شب قدر مراد لینے اور اس سلسلہ میں قرآن کی پوری سورت "القدر"، دوسری آیتوں اور تواتر کے قریب پہونچنے والی متعدد صحیح روایتوں، اعتکاف کی مشروعیت اور اس حقیقت پر غور نہیں کیا گیا کہ اس سلسلہ میں بیان کردہ بیشتر فضیلتیں شب قدر سے مشترک ہیں۔ اور اس مشکوک مستحب عمل کی خاطر اس پہلو کو سرے سے نظر انداز کر دیا گیا کہ اگر یہ ثابت نہیں تو یہ وہ بدعت ہو سکتی ہے جس کو نبی اکرمؐ نے گمراہی، قابل تردید اور دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور اس طرح کے مزاج سے موضوع وضعیف روایتوں کی بنیاد پر دین میں بے دینی کا وہ دروازہ کھل سکتا ہے جس کو بند کرنا آسان نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی نظر انداز کر دیا گیا کہ بدعت واستحباب کی اس کشمکش سے دین کو کتنا نقصان ہو رہا ہے۔

----

zakinoorazeem@gmail.com

وضاحت :اِس شمارے میں شامل اشاعت مضامین وغیرہ سے ادارے کا کلی یا جزوی طور متفق ہونا لازمی نہیں